سوال نمبر 3۔ مناسب الفاظ استعمال کرتے ہوئے خالی جگہ پر کریں۔

الف۔ اسلامی تہذیب کا سرچشمہ ______ ہے۔

ب۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی سلطنت کو ______ حصوں میں تقسیم کیا۔

ج۔ اسلامی ریاست کا دوسرا بانی ______ کو کہتے ہیں۔

د۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ ______ میں شرکت نہیں کی۔

ہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غلاموں اور ______ کے حقوق مقرر کر دیے۔

و۔ اسلامی سلطنت کی سرحدیں ______ کے دورِ حکومت میں ہندوستان تک پہنچ گئی تھیں۔

ز۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت ______ سال تک رہا۔

سوال نمبر 4۔ درست اور غلط بیانات کی نشاندہی کریں۔

الف۔ تہذیب کے لفظی معنی رہنے سہنے کے ہیں۔ ______

ب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دولت کی فراوانی کو امت کے زوال کا سبب قرار دیا ہے۔ ______

ج۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورے ملک میں مکاتب و مدارس کا جال پھیلایا۔ ______

د۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں ایک تہائی مسلمان فوج کا خرچ برداشت کیا۔ ______

ہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑا بنوایا۔ ______

و۔ صلح حدیبیہ کی شرائط حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیں۔ ______

ز۔ پولیس کا محکمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منظم کیا۔ ______

سرگرمی

معلم/معلمہ، طلباء اور طالبات کے درمیان خلفائے راشدین کے حالات زندگی اور کارناموں پر ایک کوئز مقابلہ کروائیں۔

باب ہشتم

اسلام اور عہدِ حاضر

تدریسی مقاصد

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ/طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ:

وہ عصرِ حاضر میں دہشت گردی کے حوالے سے مسلمانوں پر لگائے جانے والے الزامات کو اپنے کردار اور رویوں سے رد کرنے کی ترغیب پا سکیں۔

ا۔ مسلم ممالک کے باہمی تعلقات

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ اس کی اساس نظریہ اسلام ہے۔ لہٰذا پاکستان دنیائے اسلام کے ساتھ مذہبی، روحانی، ثقافتی اور تاریخی رشتوں میں منسلک ہے۔ پاکستان نے دوسرے مسلم ممالک کے ساتھ ہمیشہ سے دوستانہ تعلقات رکھے ہیں اور مسلم ممالک سے تعلقات پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی ستون ہے۔

بڑی طاقتوں کے دباؤ کے باوجود اور اپنے تمام مشکلات اور مسائل کے ہوتے ہوئے بھی پاکستان نے ہمیشہ اسلام کی بہبود اور اتحاد کا علم اٹھائے رکھا۔ پاکستان چاہے کیسے بھی حالات سے گزر رہا ہو، اس نے عالمِ اسلام کے مفاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس کے مسائل کو اپنے مسائل ہی سمجھا اور ان کے حل کے لیے مقدور بھر کوشش کی۔ پاکستان اپنی جغرافیائی اہمیت، آبادی، ذرائع اور افرادی قوت کی بنا پر عالمِ اسلام کے لیے خصوصی کشش رکھتا ہے۔ مشرقِ بعید کے مسلم ممالک یعنی بنگلہ دیش، ملائشیا، انڈونیشیا، افغانستان اور ایران سے لے کر مراکش تک پھیلے ہوئے مسلم ممالک اسی کی بدولت اتحاد کی لڑی سے منسلک ہیں اور یہ ان کے درمیان رابطے کے پل کا کام دے سکتا ہے۔ پاکستان نے تیونس، مراکش، الجزائر، انڈونیشیا اور ملائشیا کی آزادی کی جدوجہد کی بھرپور حمایت کی اور اخلاقی و مالی مدد بہم پہنچائی۔ مسئلہ فلسطین کو کبھی صرف عرب ممالک کا مسئلہ نہ جانا اور اقوامِ متحدہ میں عربوں کے موقف کی حمایت کی۔

پاکستان نے ہمیشہ بنیادی نظریہ پیش کیا کہ عالمِ اسلام کو متحد ہو کر اپنے دفاع، آزادی، استحکام، ترقی اور مسائل کے حل کے لیے روسی یا امریکی بلاک کی طرف دیکھنے کی بجائے خود اپنے مسائل حل کرنے کے اقدامات کرنے چاہئیں۔

سعودی عرب کے پاکستان سے تعلقات:

• سعودی عرب کو حرمین شریفین کے باعث مسلم ممالک میں کلیدی مقام حاصل ہے اور مسلمانوں کے روحانی جذبات اس ملک سے وابستہ ہیں۔ پاکستان کے یوں تو تمام مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات ہیں لیکن سعودی عرب سے تعلقات ہمیشہ سے ہی گہرے آ رہے ہیں۔ ہر سال ہزاروں مسلمان پاکستان سے حج کی غرض سے سعودی عرب جاتے ہیں۔ اس طرح پاکستانیوں کو عربوں کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ پاکستان سے کئی فنی ماہرین اور ڈاکٹر بھی سعودی عرب بھیجے گئے ہیں۔ سعودی عرب نے ہمیشہ پاکستان کی اخلاقی و مالی مدد کی ہے۔ مسئلہ کشمیر میں سعودی عرب نے ہماری ہر موقع پر مخلصانہ حمایت کی ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں حرمین شریفین میں پاکستان کی فتح کی دعائیں مانگی گئیں۔ فروری ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان میں سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی اور شاہ فیصل لاہور تشریف لائے تو انہوں نے پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دیا۔

۱۹۷۵ء میں سعودی عرب نے پاکستان کو بھاری صنعتوں کے قیام کے لیے بلا منافع امداد دینے کا اعلان کیا۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ میں سعودی عرب نے گہری دلچسپی لی ہے اور زکوٰۃ فنڈ میں کثیر رقم دی ہے۔ دونوں ممالک میں باہمی تعاون سے متعدد منصوبے بروئے کار لائے جا رہے ہیں۔ جون ۱۹۸۰ء میں زرعی اور صنعتی شعبوں میں تعاون کے لیے دونوں ممالک میں برابری کی بنیاد پر جائنٹ سٹاک کمیٹی کے قیام کا معاہدہ ہوا۔ اس طرح پاکستان اپنے سنگین اقتصادی مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور روسی یا امریکی بلاک کی بجائے اسلامی بلاک کا اہم ستون ہے۔ سعودی عرب پاکستان میں وقتاً فوقتاً رونما ہونے والی قدرتی آفات میں بھرپور مدد بھی کرتا ہے۔

پاکستان اور ترکی:

ہمارے مسلمان دوستوں میں ترکی مضبوط ترین اتحادی ہے۔ ترکی سے ہمارے تعلقات صدیوں پرانے ہیں اور ہمیں اس کی رفاقت پر بجا طور پر فخر ہے۔ بیسویں صدی میں ترکی کے مسائل برصغیر کی مسلم سیاست کا محور رہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ترکی کی خلافت کے لیے ایک زبردست تحریک چلائی اور بیش بہا قربانیاں دیں۔ یہ تحریک ''تحریکِ خلافت'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ ترکی کی آزادی و سالمیت اور سلطانِ ترکی کی عزت و وقار پر کوئی آنچ نہ آئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ترکی سے دوستی ہمیں ورثے میں ملی۔

اپریل ۱۹۵۴ء میں دونوں ملکوں کے درمیان ایک دوستانہ معاہدہ ہوا جس کی رو سے دونوں ممالک سیاسی، معاشی، ثقافتی اور دفاعی معاملات میں تعاون پر آمادہ ہوئے۔ یہی معاہدہ آگے چل کر معاہدہ بغداد کہلایا۔ ۱۹۶۴ء میں دونوں ممالک معاہدہ استنبول یا علاقائی تعاون برائے ترقی کے رشتہ میں منسلک ہوئے۔ اسی طرح کے دیگر مشترکہ اقتصادی معاہدے اب بھی جاری ہیں۔

دونوں ممالک ہمیشہ ایک دوسرے کی اخلاقی اور مالی مدد بھی کرتے رہے ہیں۔ پاکستان نے قبرص کے مسئلے پر ترکی کی کھل کر حمایت کی اور ترکی مسلمانوں پر قبرص میں ظلم و ستم پر سخت احتجاج کیا۔ اسی طرح ترکی پاکستان کو مسئلہ کشمیر پر حق بجانب سمجھتا ہے اور پاکستان کی کھل کر حمایت کرتا ہے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں ترکی نے کھل کر پاکستان کی مدد کی۔

ایران اور پاکستان:

ایران سے ہمارے مذہبی اور ثقافتی تعلقات صدیوں سے چلے آ رہے ہیں۔ مسلم دورِ حکومت میں یہاں کی سرکاری زبان فارسی رہی ہے۔ دونوں ممالک کے تجارتی تعلقات بہت قدیم ہیں اور ان کے درمیان فنی و ثقافتی وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ ایران اور پاکستان کے سربراہانِ مملکت کے دوروں سے یہ دوستانہ تعلقات مزید مضبوط ہوئے۔ معاہدہ استنبول میں پاکستان اور ترکی کے علاوہ ایران بھی شریک تھا۔

پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء میں ایران نے پاکستان کی حمایت کے ساتھ ساتھ عملی مدد بھی کی۔ اسی طرح جب ایرانیوں نے ایک طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد بادشاہت سے چھٹکارا پایا تو پاکستان پہلا ملک تھا جس نے ایران کو تسلیم کیا۔ دونوں ممالک میں اسلامی نفاذ کی کوششیں جاری ہیں۔

عراق اور پاکستان:

پاکستان نے عراق کے ساتھ بھی بڑے دوستانہ تعلقات قائم کر رکھے ہیں۔ معاہدہ بغداد کی بدولت دونوں ممالک میں بہت گہرے تعلقات تھے لیکن اس معاہدے کے ختم ہونے کے بعد دونوں ممالک کے تعلقات میں سرد مہری پیدا ہو گئی۔ پھر اس کے بعد عراق میں انقلاب آ گیا اور آزاد جمہوریت قائم ہوئی۔ تب پاکستان کے صدر ضیاء الحق کی کوششوں کے سبب تعلقات میں دوبارہ بہتری پیدا ہوئی اور دونوں ممالک کے مابین ثقافتی، فنی اور تجارتی معاہدے ہوئے ہیں۔ کشمیر کے مسئلے پر عراق نے صاف الفاظ میں پاکستانی مؤقف کی حمایت کی ہے۔

پاکستان نے ایران عراق جنگ بند کرانے کے لیے اپنی طرف سے پوری کوششیں کی۔ پاکستان کے کردار اور خدمات کو دونوں ممالک نے سراہا ہے۔

افغانستان اور پاکستان:

افغانستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے پاکستان کے ساتھ تعلقات کشیدہ رہے ہیں اور اس کی وجہ دونوں ممالک کے درمیان وہ حد ہے جو برطانوی دور میں حکومتِ برطانیہ اور حکومتِ افغانستان میں طے ہوئی تھی۔ اسے ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے وقت افغانستان نے ڈیورنڈ لائن پر نظرثانی کا مطالبہ کیا تھا مگر پاکستان کا مؤقف یہ تھا کہ یہ سرحدی لائن افغانستان نے انگریزوں کے ساتھ مذاکرات کر کے طے کی تھی۔ اس کے بارے میں نئے سرے سے بات کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ نوآبادیاتی طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مختلف ممالک کی سرحدوں کے تعین کے معاملات کو طے شدہ نہ سمجھا جائے۔

۱۹۷۹ء میں روسی افواج کی مداخلت کے بعد لاکھوں افغان پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ پاکستان نے روس کے زیرِ اثر قائم کی جانے والی افغان حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ روسی افواج افغانستان سے چلی جائیں اور افغانستان کی عوام کو اپنی پسند کی حکومت کا حق دیا جائے۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۶ کو افغانستان میں شروع ہونے والی تحریک کامیاب ہوئی اور ملا عمر کی سربراہی میں ایک اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ اس حکومت کو پاکستان نے فوراً تسلیم کیا اور اس حکومت کے پاکستان کے ساتھ تعلقات بہت خوشگوار رہے لیکن بین الاقوامی سازشوں کا سلسلہ نہ رکا اور اسلام دشمن قوتوں نے مل کر طالبان حکومت کے خلاف لڑائیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجے میں طالبان حکومت ایک طرف سیاسی طور پر اور دوسری طرف اقتصادی طور پر کمزور ہو گئی جبکہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دھماکے کو جواز بنا کر امریکہ نے افغانستان پر قبضہ کر لیا اور آج تک اتحادی افواج نہ صرف افغانستان میں موجود ہیں بلکہ اب وہ پاکستانی حدود کی خلاف ورزی کر کے خطرے کی سنگین علامت بن رہی ہیں۔ اسلامی ممالک ہونے کے ناطے افغانستان اور پاکستان دونوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اسلام دشمن سازشوں کا مل کر مقابلہ کریں اور بھائیوں کی طرح بیٹھ کر اپنے باہمی اختلافات کو گفت و شنید کے ذریعے حل کریں۔

متحدہ عرب امارات اور پاکستان:

پاکستان کے کویت اور متحدہ عرب امارات میں شامل تمام عرب ریاستوں سے دوستانہ تعلقات ہیں۔ چھوٹی چھوٹی عرب ریاستیں تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ عرب امارات پاکستان کو اقتصادی ترقی میں بھرپور مدد دے رہی ہے۔ کئی اقتصادی منصوبے ان کے اشتراک سے زیرِ تکمیل ہیں۔ مشترکہ بنک بھی قائم کیے گئے ہیں۔ امارات کے صدر خلیفہ بن زید بن سلطان النہیان اکثر پاکستان آتے رہتے ہیں۔ انہیں پاکستان کی معاشی ترقی سے خصوصی دلچسپی ہے۔ عرب ریاستیں پاکستان میں سڑکوں کی تعمیر، ہسپتال کی تعمیر اور افرادی قوت کو روزگار مہیا کر رہی ہے۔ پاکستان بھی ان ریاستوں کو ان کے اقتصادی منصوبوں کے لیے فنی افراد مہیا کرتا ہے۔ لاکھوں

NOT FOR SALE

کی تعداد میں پاکستانی تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ افراد ابوظہبی اور دبئی میں مصروفِ کار ہیں۔ پچھلے پانچ سالوں میں اوپیک (تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم) نے پاکستان کو مجموعی طور پر دس ارب روپے کی امداد دی ہے۔ کشمیر کے مسئلے پر وہ پاکستان کی بھرپور حامی ہے۔ حقیقت میں پاکستان امارات کی بنا پر ہی یورپی ملکوں کی محتاجی سے آزاد ہوا ہے۔

شام اور پاکستان:

شام اور پاکستان بھی دوستی کے خوشگوار رشتے سے منسلک ہیں۔ دونوں ممالک مختلف شعبوں میں باہمی تعاون سے کام کر رہے ہیں۔ دونوں ممالک اسرائیلی جارحیت کے خلاف ہیں اور فلسطینیوں کے مطالبات کے زبردست حامی ہیں۔ پاکستان نے شام اور اسرائیل کی جنگ میں ہر قسم کی مدد کا یقین دلایا ہے۔

اردن اور پاکستان:

اردن جزیرہ نمائے عرب کا ایک چھوٹا سا مگر اہم اسلامی ملک ہے۔ اتنا چھوٹا اور اسرائیل کا پڑوسی ملک ہونے کے باوجود نہایت جرأت سے آزادانہ پالیسی اپنا رکھی ہے اور اسرائیلی جارحیت کی ہمیشہ کھل کر مخالفت کی ہے۔

اردن اور پاکستان کے برادرانہ تعلقات ہیں۔ اردن نے ہمیشہ پاکستان کے مؤقف کی حمایت کی ہے۔ ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال جنہوں نے ایک پاکستانی خاتون سے شادی کی ہے، کئی بار پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں۔ اس طرح دونوں ملکوں میں دوستی کے گہرے روابط ہیں۔

انڈونیشیا اور پاکستان:

25 کروڑ سے زیادہ آبادی والا ملک انڈونیشیا دنیا کے مسلم ممالک میں سے سب سے بڑا ہے۔ اس ملک کو ولندیزی سامراج سے نجات دلانے میں پاکستان نے عملی اور اخلاقی امداد بہم پہنچائی۔ آزادی کے بعد انڈونیشی صدر نے پاکستان دوستی پر فخر کیا۔ مرحوم صدر سوئیکارنو نے پاکستان اور بھارت کی جنگ میں کھلے لفظوں میں پاکستان کی حمایت کی۔ اپنے بحری یونٹ مشرقی پاکستان کی حفاظت کے لیے بھیجنے کے علاوہ ہر قسم کی مدد بہم پہنچائی۔ مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں بھی پاکستان کی حمایت کی۔ دونوں ممالک میں سفارتی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔

مصر اور پاکستان:

عرب ممالک میں مصر کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان نے مصر کے مؤقف کی ہمیشہ حمایت کی ہے۔ وادیٔ نیل

NOT FOR SALE

کے اتحاد اور نہر سویز پر اپنا حق منوانے کے لیے مصر نے جو کاروائی کی، پاکستان نے اس کی پوری تائید کی اور جب ۱۹۵۶ میں برطانیہ، فرانس اور اسرائیل نے مصر پر چڑھائی کی تو پاکستانی عوام نے حملہ آوروں کے خلاف آواز بلند کی۔ سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی میں پاکستانی مندوب نے مصری مؤقف کی بھرپور تائید کی۔ سنہ ۱۹۶۰ میں پاکستان اور مصر کے درمیان تجارتی اور ثقافتی معاہدے ہوئے۔ ۱۹۶۱ میں مصر کے صدر جمال عبدالناصر کے دورہ سے دوستی کے اس رشتہ میں استحکام پیدا ہوا اور صدر سادات اور حسنی مبارک کے دور میں ان رشتوں کو اور زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

لیبیا اور پاکستان:

لیبیا کی آزادی کے مسئلہ پر پاکستان نے قوموں کی برادری میں بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کیا تھا۔ جمہوریہ لیبیاء کے صدر معمر قذافی سے اہلِ پاکستان کو خصوصی لگاؤ تھا۔ ۱۹۷۱ء میں پاک بھارت جنگ میں لیبیاء نے کھل کر پاکستان کی حمایت کی۔ ۱۹۷۴ء میں جب معمر قذافی اسلامی سربراہان کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے آئے تو پاکستانی عوام نے ان کا پر جوش استقبال کیا۔ لیبیا نے پاکستان کی صنعتی ترقی میں امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے اس کے علاوہ دونوں ممالک ثقافتی اور سماجی تعاون میں بہت سے دوسرے مشترکہ منصوبوں میں کام پر آمادہ ہو چکے ہیں۔

ان ممالک کے علاوہ پاکستان کے الجزائر، مراکش، تیونس اور دوسرے افریقی مسلم ممالک کے ساتھ بھی دوستانہ و برادرانہ تعلقات ہیں اور یہ تمام ممالک مختلف شعبوں میں ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔ دراصل پاکستان اسلامی اتحاد کا زبردست حامی ہے اور پاکستان نے اس مقصد کے لیے جو مخلصانہ کوششیں کی ہیں، اسلامی ممالک ان کا اعتراف کرتے ہیں۔

۲۔ مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے مسائل:

اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا۔ اس لحاظ سے اسلام تمام انسانی طبقات کے لیے پیغامِ رحمت ہے۔ اسلام نے احترامِ انسانیت اور انسان دوستی کا وہ درس دیا جو کوئی اور دین نہ دے سکا۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو غیر مسلم اقوام اور رعایا کے ساتھ رواداری، حسنِ سلوک اور ہمدردی کا درس دیا۔ بہت سے ایسے اسلامی ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہونے کے باوجود غیر مسلم بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان میں بھی ہندو، سکھ، عیسائی اور پارسی مذہب کے پیروکار آباد ہیں۔

اکثر مسلمان ممالک میں غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور ان کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ کسی مسلمان ملک میں رہنے والے غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت اس ملک کی ذمہ داری ہوتی ہے اور اسی لیے یہ لوگ اہل الذمہ یا ذمّی کہلاتے ہیں۔ تاہم بعض ممالک میں انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

NOT FOR SALE

مسلمان ہمیشہ اپنی اس تاریخ پر فخر کرتے رہے ہیں کہ دوسروں کے مقابلے میں مسلم حکومتوں اور معاشروں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات بہتر رہے ہیں۔ چنانچہ خلفاء راشدین اور مابعد کے خلفاء اور امراء کے ادوار میں کبھی مسلمان حکومتوں کے ماتحت رہائش پذیر غیر مسلموں کو کسی امتیازی سلوک یا حق تلفی کی شکایت نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ برصغیر میں تقریباً 8 سو سال مسلمان حکمران رہے لیکن ہندو اب تک موجود ہیں اور کبھی بھی حکومتی سطح پر ہندوؤں کے خلاف مذہبی بنیادوں پر جنگ یا فساد رونما نہیں ہوا البتہ حصول اقتدار کے لئے تنازعات ایک الگ موضوع ہے۔

تحریک پاکستان کی تحریک میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی شریک رہے اور اب بھی غیر مسلم بجائے ہجرت کرنے کے پاکستان میں اپنی مرضی سے رہائش پذیر ہیں۔ اس کو بدقسمتی کہا جائے کہ اب بھی پاکستان میں غیر مسلموں سے متعلق بحث و تمحیص ہوتی ہے۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو پر امن غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور بقائے باہمی کی تلقین کرتا ہے لیکن مغربی ممالک میں بعض مذموم مقاصد کے تحت کچھ لوگوں نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ اسلام غیر مسلموں کے قتل کرنے پر جنت کی خوشخبری دیتا ہے جو کہ انتہائی غلط پروپیگنڈہ اور اسلام کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش ہے۔

دراصل غیر مسلم ممالک میں جب نبی اکرم ﷺ کی توہین یا مذہب اسلام کی توہین اور بے حرمتی کے واقعات رونما ہوتے ہیں جن کو وہاں کی حکومتیں روکنے کی کوشش نہیں کرتی ہیں تو یہاں کی سوسائٹی کا جذباتی عنصر سارے غیر مسلموں کو بزعم خویش ذمہ دار قرار دے کر اپنے ملک میں بسنے والے پر امن غیر مسلموں پر دست درازی کرتے ہیں جو کہ انتہائی مذموم حرکت ہے۔ کیوں کہ ملکی قانون نے ان غیر مسلموں کو برابر کے شہری حقوق عطاء کئے ہیں اور یہ لوگ قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ اسلام کے اصول کو بھی توڑتے ہیں جو نہیں ہونا چاہیے۔

موجودہ دور قومی حکومتوں کا ہے یعنی ایک جغرافیائی حدود کے اندر رہنے والے مختلف لسانی، نسلی اور مذہبی طور پر متنوع آبادی ایک قوم کہلاتی ہے، ان میں جس نوع کی آبادی کم ہو اس کو اقلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ اقلیت لسانی یا نسلی یا مذہبی بھی ہو سکتی ہے اور عموماً اقلیتوں کے ساتھ اکثریت کا رویہ مساویانہ نہیں ہوتا ہے، ایسے رویئے معاشرے کے عمومی رویوں کی پیداوار ہوتے ہیں ایسے رویوں سے کبھی غیر مسلم اقلیت بھی متاثر ہوتی ہے اس لئے معاشرے میں ایسے رویوں کی

NOT FOR SALE

بیخ کنی کرنی چاہیۓ اوران کو پھیلنے کی اجازت نہیں دینی چاہیۓ۔ ایسے ہی رویوں کا ایک نتیجہ اس صورت میں بھی نکل آتا ہے کہ کہیں کہیں دیہاتی علاقوں کے جذباتی مسلمانوں کے ہاں بجبر غیر مسلموں کو مذہب تبدیل کرنے پر ابھارا جاتا ہے۔

حالانکہ اسلام دین وعقیدہ میں جبر واکراہ کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرة:256)

ترجمہ: دین میں جبر وزبردستی نہیں ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔

اس سلسلے میں ایک مسئلہ مرزائیوں (قادیانوں) کا ہے جن کو مسلم سوسائٹی نے مسلمان کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا ہے اور وہ اس پر مصر ہیں کہ وہ مسلمان ہیں چنانچہ آئین پاکستان میں بھی ان کو غیر مسلموں کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی جذباتی محبت ولگاؤ کا مسئلہ ہے۔ اگر یہ اقلیت اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرے تو یقیناً مسلم اکثریت کو غیر مسلموں کے حقوق سے ان کو نوازنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ بہر حال یہ رویوں کا مسئلہ ہے قانونی طور پر سب کو تحفظ کی ضمانت حاصل ہے۔

ایک مسئلہ ہندوؤں کا بھی ہے کہ جب ہندوستان میں مسلم اقلیت پر زیادتی ہوتی ہے یا وہاں پر مسلمانوں کو اپنی بقاء اور مذہب پر چلنے کی دشواری پیش آتی ہے تو عموماً اس کا ردعمل جذباتیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور معاشرے کا جذباتی عنصر ان کی عبادت گاہوں یا آبادیوں کو نقصان پہنچاتا ہے جو کہ از روئے اسلام قطعاً درست نہیں۔

عموماً یہ بھی کہا جاتا ہے کہ توہین رسالت کے قانون کا شکار اکثر غیر مسلم ہوتے ہیں اور ان کی جانیں خطرے کا شکار ہو جاتی ہیں: یہ مسئلہ بھی نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ مسلمانوں کے جذباتی اور ایمانی لگاؤ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اگر اس مسئلے میں اقلیت اکثریت کے جذبات کا لحاظ رکھے اور اظہار میں واجب التعظیم کو ملحوظ رکھے تو یقیناً ایسی کوئی شکایت پیدا نہ ہوگی۔

مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے حقوق:

اسلام اپنے ماننے والوں کو غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف اور رواداری کی تاکید کرتا ہے اور انہیں یہ حکم دیتا ہے کہ غیر مسلموں کی دشمنی بھی تمہیں بے انصافی اور ظلم پر امادہ نہ کرے بلکہ ہر حال میں انصاف کرتے رہو کیونکہ یہی تقوی داری کا تقاضا ہے۔

(المائدہ:۸)

چنانچہ اسلام، مسلم ممالک میں رہنے والے پرامن غیر مسلموں کو کئی طرح کے حقوق عطاء کرتا ہے، جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

- ★ انہیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت بجالانے کی آزادی ہے۔
- ★ انہیں اپنی ضرورت کے مطابق عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی آزادی ہے۔
- ★ انہیں اپنی مذہبی کتابیں پڑھنے اور اپنے بچوں کو پڑھانے کی آزادی ہے۔
- ★ انہیں اپنے تہواروں، رسوم اور مذہبی تقریبات کو منانے، ان میں شرکت کرنے اور اکٹھے ہونے کی آزادی ہے۔
- ★ انہیں مسلم ریاست میں حکومتی مناصب اور پبلک عہدوں کو اہلیت کی بنیاد پر حاصل کرنے کی آزادی ہے جس پر مسلم ادوار حکمرانی کی تاریخ گواہ ہے۔ پاکستان میں بھی غیر مسلم ممبر پارلیمنٹ، وزیر اور مشیر وغیرہ عہدوں پر فائز رہتے ہیں۔
- ★ مسلم ریاست میں غیر مسلم اپنے مذہب کے احکام کے مطابق کھا پی سکتے ہیں۔
- ★ مسلم ریاست میں غیر مسلم نکاح، طلاق اور وراثت وغیرہ کے احکام میں اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کرنے میں آزاد ہیں۔

البتہ مسلم ریاست میں غیر مسلم ذمی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرے یا مسلمانوں کی مقدس ہستیوں اور متبرک مقامات کی بے حرمتی کرے اور نہ ہی مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ ان امور میں غیر مسلموں کی امداد وتعاون کریں۔

اس طرح غیر مسلم کے لیے یہ اجازت نہیں کہ کسی مسلم ریاست میں رہتے ہوئے اس کے خلاف جاسوسی کرے یا دشمن کی مدد کرے یا سازش کرے یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے، نیز اس کے لیے یہ بھی اجازت نہیں کہ وہ مسلم ریاست کے قوانین کی خلاف ورزی کرے یا بدامنی پھیلائے یا کسی کی جان، مال اور عزت وآبرو پر دست درازی کرے۔

الغرض ایک مسلم ریاست کو اسلام کے سچے پیروکار کی حیثیت سے اپنے غیر مسلم شہریوں کو یہ تمام حقوق خوش دلی سے دینے چاہیے اور ان کو کسی بھی طرح امتیازی سلوک کا تاثر نہیں دینا چاہیے تاکہ وہ مسلمانوں کی رواداری، انصاف پسندی اور نیک کرداری سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف راغب ہوں جیسا کہ قرونِ اولی کے مسلمانوں میں یہ اصول رائج تھا۔

۲۔ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے مسائل:

اس وقت دنیا کے مسلمانوں کی ایک تہائی سے زیادہ آبادی غیر مسلم ممالک میں اقلیتوں کے طور پر رہ رہی ہے جو نہ صرف ان ملکوں کے لیے بلکہ ان میں رہنے والے مسلمان اقلیتوں کے لیے ایک آزمائش ہے۔ دنیا کے مختلف غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا

تناسب درج ذیل ہے۔

ملک	مسلمان آبادی	ملک	مسلمان آبادی	ملک	مسلمان آبادی
نائجیریا	43.9%	کیمرون	21.2%	موریشیس	16.6%
یوگنڈا	16.0%	سنگاپور	14.9%	بھارت	11.96%
سری لنکا	9.0%	فرانس	7.1%	جنوبی افریقہ	2.4%
انگلستان	2.0%	امریکہ	1.9%	چین	1.5%

زیادہ تر مسلمانوں کا خیال ہے کہ مسلمان اقلیتیں مسلم امہ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ بہت سے لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلامی اصول وقوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے دیا جانا چاہیئے۔ ترقی یافتہ ممالک سے اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اقلیتوں کو سیاسی، اقتصادی اور انسانی وسائل فراہم کریں تا کہ وہ اسلامی طریقے سے زندگی گزار سکیں۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اگرچہ ان ممالک میں مسلمان تین نسلوں سے رہتے چلے آرہے ہیں پھر بھی ان کی رہائش یہاں مستقل نہیں ہے کیونکہ مسلمان زیادہ دیر غیر مسلموں کے زیرِ حکومت زندگی نہیں گزار سکتے۔ یہ سوچ اس خیال کو بھی جنم دیتی ہے کہ مسلمان اقلیتیں، مسلمانوں کی غیر مسلم ممالک میں نوآبادیاں ہیں۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو مسلمان اقلیت غیر مسلم ممالک میں بستی ہے ان پر لازم ہے کہ وہ ان ممالک کے ان قوانین کی پابندی کریں کہ جن کا تعلق ملک کے امن وامان سے ہو اور جن کی پابندی سے اسلام کے احکام کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو۔ مسلمانوں اقلیتوں کے لیے لازم ہے کہ وہ جس غیر مسلم ملک میں بستے ہوں اس کی تعمیر وترقی اور فلاح و بہبود میں بھرپور حصہ لے اور اپنی امانت ودیانت، خوش اخلاقی اور صداقت، انسانی ہمدردی، خیر خواہی، بھلائی اور امن پسندی سے نیک نامی پیدا کریں اور اپنے کردار سے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کریں۔

اس بات سے قطع نظر کہ غیر مسلم ممالک وہ کردار ادا کر سکتے ہیں، جو اوپر بیان کیا گیا ہے یا نہیں؛ ایک اور بڑا مسئلہ ان ممالک میں مسلمان اقلیتوں کے مستقبل کا ہے۔ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا مستقبل محفوظ نہیں ہے۔ غیر مسلم ریاست کسی بھی وقت، کسی بھی بات کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو ملک بدر کر سکتی ہے۔ جیسا کہ ۲۰۰۱ء میں امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں دہشت گردی کے واقعے کے بعد ہوا۔ اس واقعے کے بعد مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو دہشت گرد اور اس واقعے کا ذمہ دار قرار دے کر ملک بدر کر دیا گیا۔

اسی طرح بھارت کی کئی سیاسی تنظیموں کا بھی رویہ مسلم کش ہے۔ اکثر غیر مسلم ممالک کی طرح بھارت میں بھی مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے، جس کی ایک مثال بابری مسجد کا شہید کیا جانا ہے۔ اس کے علاوہ بھارت کے شہر احمد آباد میں ہونے والے مسلم کش فسادات اس کا واضح ثبوت ہیں۔

علاوہ ازیں غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان میں سے ایک اہم مسئلہ تعلیم کا بھی ہے۔ مسلمان اقلیت کے بچوں کے لیے ابتدائی تعلیم کے ایسے اداروں کی ضرورت ہوتی ہے کہ جن میں ناظرہ قرآن، نماز واذکار او اسلام کی بنیادی باتوں کی تعلیم کا انتظام ہو۔

نیز ان اخلاق باختہ معاشروں میں مسلمان نوجوانوں کی بے راہ روی کا وافر سامان موجود ہوتا ہے جس سے ان نوجوانوں کے والدین کو شب وروز پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ مسلمان اقلیت کے لیے غیر مسلم ممالک میں ایک مسئلہ مسلم خواتین کی شادی بیاہ کا بھی ہے اس لیے کہ قرآن کریم مسلم خاتون کے کسی بھی غیر مسلم کے ساتھ زن وشوئی کے تعلق کی اجازت نہیں دیتا ہے جب کہ اقوام متحدہ کا چارٹر اس پابندی کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیتا ہے جس پر بدقسمتی سے مسلم ممالک نے بھی دستخط کیے ہیں۔

غیر مسلم ممالک میں مسلمان اقلیت کے لیے ایک دشواری بعض اسلامی فرائض کی بجا آوری میں بھی ہے مثلاً یورپی ممالک میں مسلم خواتین کے پردے پر پابندی کا رجحان غالب ہو رہا ہے اور اب تو 9/11 کے بعد غیر مسلم ممالک خصوصاً یورپ وامریکہ میں مسلمان اقلیت کے ساتھ تعصب ونفرت کا رویہ رکھا جاتا ہے اور نسل پرستی کی عام ہوا چل پڑی ہے جس کی وجہ سے بعض ممالک میں مسلمان اقلیت امتیازی سلوک کا شکار ہوگئی ہے۔

ایک غلط تصور جھوٹے پروپیگنڈے کی بدولت قائم کیا گیا ہے کہ مسلمان دہشت گرد اور شدت پسند ہیں اس لیے بھی ان ممالک کے غیر مسلم باشندوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت پیدا کی گئی ہے اور مذہبی تعصب کو ابھارا گیا ہے جس سے ان ممالک میں مسلمان اقلیتوں کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے۔ غیر مسلم ریاستوں میں مسلمان اقلیت کو حلال خوراک کے حصول میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے لیے حکومتی سطح پر انتظام ہونا چاہیے۔